چھ رنگین دروازے

منیر نیازی

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

منیر کی منور شاعری — احمد ندیم قاسمی ، ۱۱

حمد ، ۱۵

رسولِ کریمؐ کی یاد ، ۱۷

سفر میں ایک منزل یہ بھی ، ۱۸

چھ رنگیں دروازے ، ۲۰

لاہور میں ایک صبح ، ۲۱

کراچی کی سیر کے دوران ، ۲۲

ایک منظر ، ۲۳

دھوپ کے رنگوں میں ایک نیا رنگ ، ۲۴

صبحِ صادق کا پھیلاؤ ، ۲۵

ان لوگوں سے خوابوں میں ملنا ہی اچھا رہتا ہے ، ۲۶

کہنے والی بات میں دیر کی وجہ ، ۲۷

گانے والے پنچھی کی ہجرت ، ۲۸

شہروں کے مکان

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ثابت و ستیار ساعتیں ، ۳۰

فصلِ بہاراں میں شہر کے فکر ، ۳۱

شکر پڑیاں کی پہاڑی پر نظم ، ۳۲

خُوبصورت زندگی کو ہم نے کیسے گزارا ، ۳۳

کتنے بے کل نین ہیں ، ۳۴

کچھ باتیں اَن کہی رہنے دو ، ۳۵

گھر بنانا چاہتا ہوں ، ۳۶

کوکتی ہے بنسری ، ۳۷

سو جاؤ ، آرام کرو ، ۳۸

بیمار گلاب ، ۳۹

منتشر ہے بہت ، ۴۰

اُمید کا گیت ، ۴۱

رات اتنی جا چکی ہے اور سونا ہے ابھی ، ۴۲

ایک نگر کے نقش بھلا دُوں ایک نگر ایجاد کر دوں ، ۴۴

خاکِ میداں کی حدتوں میں سفر ، ۴۵

نام بے حد تھے مگر ان کا نشاں کوئی نہ تھا ، ۴۶

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا ، ۴۸

دن اگر چڑھتا ادھر سے میں اِدھر سے جاگتا ، ۴۹

سایۂ قصرِ یار میں بیٹھا ، ۵۰

نسل در نسل کے افکارِ غزل سے نکلا ، ۵۱

کچھ وقت بعد اس سے جو نفرت ہوئی مجھے ، ۵۲

بے خیالی میں بس یونہی اِک ارادہ کر لیا ، ۵۳

اور بھی قصّے ہیں جو میں داستاں کرتا نہیں ، ۵۵

وحدت سے کثرت کی طرف ، ۵۶

اِک عالمِ ہجراں ہی اب ہم کو پسند آیا ، ۵۸

ساری زمین سارا جہاں راز ہی تو ہے ، ۵۹

زندہ رہیں تو کیا ہے جو مر جائیں ہم تو کیا ، ۶۱

ردا اس چمن کی اُڑا لے گئی ، ۶۲

میری ساری زندگی کو بے ثمر اُس نے کیا ، ۶۴

ہر مشکل موسم کی حد پر ، ۶۵

ایک اُمت کے گزرنے کے بعد کا وقت ، ۶۶

نئی محفل میں پہلی شناسائی ، ۶۸

کسی کو اپنے عمل کا حساب کیا دیتے ، ۶۹

میں اگر ٹھہر جاتا ، ۷۰

دشتِ باراں کی ہوا سے پھر ہرا سا ہو گیا ، ۷۱

ہر کُھلے پر خُوبصورتی کا مقام ، ۷۲

شکوہ کریں تو کس سے شکایت کریں تو کیا ، ۷۴

ڈرائے گئے شہروں کے باطن ، ۷۵

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایک بیراگی سے مکالمہ ، ۷۶
طلسماتِ صبحِ کاذب ، ۷۷
موسم سرما کی بارش کا یہ پہلا روز ہے ، ۷۸
اب میں اُسے یاد بنا دینا چاہتا ہوں ، ۷۹
گہری خاموشی ، ۸۰
خواب و خیالِ گُل سے کدھر جائے آدمی ، ۸۱
پتھر کا اس کا دل ہے تو مخمل کا اس کا جسم ، ۸۲
اپنے گھر سے چل پڑنا محفلوں کی حسرت میں ، ۸۳
اُس کو یاد کرنے کی ساعتیں ، ۸۴

منیر کی منوّر شاعری

آخری سچائی ۔ آخری حقیقت تک رسائی تو شاید ناممکن ہے مگر بڑی شاعری ، حقیقت تک رسائی کا ذریعہ نہ سہی، اس رسائی کے لیے جدوجہد کی علامت ضرور ہے۔ بڑی شاعری، آخری حقیقت تک جانے والی سمت کی نشان دہی ضرور کر دیتی ہے اور منیر نیازی کی شاعری اس کا ایک ثبوت ہے ۔

منیر نیازی کے دل و دماغ میں بیشتر ماضی کی یادیں تحریک پیدا کرتی ہیں مگر یہ یادیں اتنی تابندہ اور پاکیزہ ہیں کہ ان کی بازیافت میں نہ حال کو کسی گزند کا احتمال ہے اور نہ مستقبل کو کسی نقصان کا خطرہ ہے ۔ جو چیز خیالات و احساسات کو روشن کرتی ہو اور انسان کے دوامی جذبوں پر آفتاب طلوع کرتی ہو، اس کی ضرورت حال اور مستقبل دونوں کو ہے ۔ منیر نیازی انھیں مثبت اور منور بازیافتوں کا شاعر ہے۔ مورخ اور شاعر کے طریقِ بازیافت میں یہی تو فرق ہے کہ مورخ کی بازیافت محض بازیافت ہے ۔ شاعر کی بازیافت فن میں ڈھل کر پیش رفت کا کردار ادا کرتی ہے ۔ جذبے، خیال اور فکر کے لیے آخری حقیقت کی سمت نمائی صرف اس طرح ممکن ہے ۔

اگر منیر نیازی اپنے عصر کے شعراء سے کچھ الگ ہٹ کر آگے بڑھ رہا ہے تو اس کی ایک وجہ اس کی تیز دھار انفرادیت ہے جو پھیل کر انانیت تک بھی پہنچ جاتی ہے ۔ مگر منیر کی انا ایک بیراگی انا نہیں ہے ۔ وہ خاص واردات، خاص تجربات کی انا ہے ۔ چنانچہ اس انا کے اجمال میں لاکھوں باشعور اور حساس اور صورتِ حال سے غیر مطمئن افراد کی تفصیل پوشیدہ ہوتی ہے ۔ منیر نیازی کی شاعری بظاہر بہت سلیس،

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بہت سیدھی سادی ہے مگر بین السطور اتنی گمبھیر ہے جیسے "انا الحق" کا نعرہ بظاہر بہت سادہ تھا مگر اس کے عقب میں انسان کی روحانی اور وجدانی واردات کی کائناتیں آباد تھیں۔

قدرت کے خارجی مظاہر پر اردو میں بھی بے شمار نظمیں لکھی گئی ہیں اور اشعار کہے گئے ہیں مگر جس شاعر کے ہاں خارجی کائنات انسان کی باطنی کائنات کا ایک ناگزیر حصہ بن کر رہ گئی ہے وہ اس دور میں منیر نیازی ہی ہے۔ اس کی نظمیں (اور غزلیں بھی) دیکھیے تو فوری تاثر یہ ہوگا کہ شاعر اپنے مشاہدے کے کمالات دکھا رہا ہے مگر پھر یکایک آپ کو معلوم ہوگا کہ ان درختوں اور شاخوں، ان پتوں اور پھولوں، ان سورجوں اور دھوپوں، ان پہاڑوں اور دریاؤں، ان گھروں اور گلیوں، ان رنگوں اور بے رنگیوں میں سے ایک ایک میں ایک نہ ایک نہایت نازک مگر بنیادی انسانی جذبہ یوں گھلا ملا ہوا ہے جیسے رنگ میں خوشبو گھلی ہوتی ہے۔ منیر کی شاعری محض مشاہدے کی شاعری نہیں ہے۔ یہ مشاہدات تو اس کے محسوسات کا صرف پس منظر فراہم کرتے ہیں۔ احساس کا یہ منقش اظہار منیر نیازی کا منفرد اسلوب ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کی شاعری کو اگر کامیاب اور کارگر شاعری قرار دیا جائے تو یہ مبالغہ نہیں ہے، صداقت بیانی ہے۔ منیر نیازی کی یہ شاعری آخری سچائی کی سمت جانے والوں کے سفر کو آسان اور آسودہ بنا دیتی ہے۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ منیر نیازی تنہائی کا شاعر ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہر اچھا فن کار تنہا ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش کی صورتِ حالات پر قناعت نہیں کر سکتا اسلیے تنہا ہے۔ وہ اس بدصورت دنیا میں خوب صورتیوں کا متلاشی ہے اس لیے تنہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تنہائی کروڑوں ہمنفسوں اور ہم نصیبوں سے آباد ہوتی ہے۔ اگر منیر نیازی کی تنہائی پسندی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے خول میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اسیر ہے تو میں کیا تردید کروں گا۔ منیر کا یہ مجموعۂ کلام ہی اس مغالطے کی مسکت تردید ہے۔

میں آخر میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ منیر پر بعض اوقات صوفیانہ واردات بھی گزرتی ہے البتہ اس واردات کے اظہار کے لیے وہ قدیم فارسی اور اردو شاعری کی خاص اصطلاحات و تراکیب سے کام نہیں لیتا۔ اس کی لفظیات اس کی اپنی ہیں۔ اس پر مستزاد اس کا مکالماتی طرزِ ادا ہے جیسے وہ ایک بھری محفل کو بتا رہا ہے کہ — پھر یوں ہوا کہ —!! بظاہر یہ منیر کی سادگی اور سادہ روی ہے، مگر میں قارئینِ کرام کو خبردار کر دوں کہ منیر بڑا ہی پُرکار شاعر ہے۔ خواجہ میر درد اور اصغر گونڈوی کے تصوّف سے منیر کا اندازِ تصوّف قطعی الگ ہے۔ وہ ہمہ اوست اور ہمہ از اوست میں نہیں الجھتا۔ اس کا سرمایہ ایک کرید ہے، ایک جستجو، کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کس کا ہاتھ ہے اور یہ ہاتھ صرف قوت و ہیبت ہے یا صرف نور و جمال ہے منیر الٰہیات میں بھی جمالیات کی سی واردات کے تجربے میں سے گزر رہا ہے اور اردو شاعری میں یہ قطعی نیا اور امکانات سے پُر تجربہ ہے۔

۱۰۔ جنوری ۱۹۷۹ء
لاہور

احمد ندیم قاسمی

حمد

چپ گلی محلّے میں
شام کی طرح آیا

بے شمار باغوں پر
ابر کی طرح چھایا

خواب میں کبھی دیکھا
سامنے کبھی آیا

طائروں کی دل سوزی
رہبروں کی جانکاہی

رات کی مناجاتیں
رنجشِ سحرگاہی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رعد جب گرجتا ہے
کوہ جب لرزتے ہیں

بے کنار دشتوں پر
ابر جب برستے ہیں

اک طویل مستی کے
بے شمار حصّے ہیں

ساری یاد اُس کی ہے
سارے اس کے قصّے ہیں

(اپنی پنجابی نظم کا ترجمہ)

رسُولِ کریمؐ کی یاد

میں جو اک برباد ہوں آباد رکھتا ہے مجھے
دیر تک اسمِ محمدؐ شاد رکھتا ہے مجھے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سفر میں ایک منزل یہ بھی

اک روئے دل فریب و دلآرا ہے زندگی
اک اور زندگی کا اشارہ ہے زندگی
یا میری چشمِ مست کا دھوکا ہے زندگی
اے ربِ ذوالجلال بتا کیا ہے زندگی

قصرِ شہی کی قید میں جینا ہے زندگی
محرومیوں کی آگ میں جلنا ہے زندگی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بے سود انتظار میں مرنا ہے زندگی
اک شہرِ اجنبی کا تماشا ہے زندگی
ملتی ہے اس سفر میں کہیں منزلِ مراد
یا پھر اسی طرح سے بھٹکنا ہے زندگی

یہ رازِ خاص مجھ پہ کبھی آشکار کر
مجھ کو بھی اپنے دل کا کبھی راز دار کر

چھ رنگیں دروازے

چھ رنگوں کے پھول کھلے ہیں
میرے گھر کے آگے
کسی نئے سکھ کے دروازے
خواب سے جیسے جاگے
ان کے پیچھے رنگ بہت ہیں
اور بہت اندازے
ان کے پیچھے شہر بہت ہیں
اور بہت دروازے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لاہور میں ایک صبح

شبنم چمک رہی ہے سورج کی روشنی میں
رنگت مہک رہی ہے پھولوں کی تازگی میں
تتلی نے پنکھ کھولے اک لال پنکھڑی پر
جیسے کتاب کوئی مخمل کی پالکی پر
اتری کسی جہاں سے منظر کی یک رخی پر

کراچی کی سیر کے دوران

نصف شب سے صبح دم کے راستے میں بحر ہے
صبح سے پھر نصف شب کے راستے میں بحر ہے
شام کے آغاز سے جو تشنگی سی دل میں تھی
ایک کم آباد قریے کی ہوا میں سیر کی
یہ مری خواہش سوادِ بحر میں پوری ہوئی

ایک منظر

سات کلیاں سنگترے کے پیڑ سے جھڑ کر گریں
صاف، چٹیل گوشۂ گلشن کی ویراں راہ پر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دھوپ کے رنگوں میں ایک نیا رنگ

پیلا پھول اِک زرد گڑھا ہے
جس میں شہد کی مکھّی سے
ڈھونڈ رہی ہے چیز کوئی
جو اس نے یہاں تھی رکھّی
شہد کی بوند کہ زہر ہے کوئی
یا کوئی پھول کی پتّی
پیلا پھول ہے روشن جیسے
دھوپ میں روشن بتّی

صبحِ صادق کا پھیلاؤ

اذاں مسجدوں سے اٹھی جس گھڑی
ہواؤں کے دل اور گہرے ہوئے
کنارے فلک کے گلابی ہوئے
گلابی سے پھر وہ سنہرے ہوئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ان لوگوں سے خوابوں میں ملنا ہی اچھا رہتا ہے

تھوڑی دیر کو ساتھ رہے کسی دھندلے شہر کے نقشے پر
ہاتھ میں ہاتھ دیے گھومے کہیں دور دراز کے رستے پر
بے پردہ استھانوں پر دو اڑتے ہوئے گیتوں کی طرح
غصّے میں کبھی لڑتے ہوئے کبھی پٹے ہوئے پیڑوں کی طرح
اپنی اپنی راہ چلے پھر آخرِ شب کے میداں میں
اپنے اپنے گھر کو جاتے دو حیراں بچّوں کی طرح

کہنے والی بات میں دیر کی وجہ

یہی اصلِ حقیقت ہے
کہ میری بے جی چاہت
ہوئی مثلِ قفس مجھ کو

"مجھے تم سے محبت ہے"
بس اتنی بات کہنے میں
لگے بارہ برس مجھ کو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گانے والے پنچھی کی ہجرت

ہری شاخ کانپ رہی ہے
تھوڑی دیر پہلے
یہاں ایک عجیب رنگ کا پنچھی بیٹھا گا رہا تھا
کسی نے اسے ڈرا دیا اور وہ اڑ گیا
ہری شاخ اس کے اڑنے کے بوجھ سے کانپی تھی
کچھ دیر اسی طرح کانپتی رہے گی

(اپنی پنجابی نظم کا ترجمہ)

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شہروں کے مکان

ان مکانوں میں ہے کیا
بے روح لوگوں کے سوا

ثابت و سیّار ساعتیں

صبحِ بہار میں اسے
جا کے ملوں گا میں کبھی
جس سے بچھڑ گیا تھا میں
عہدِ خزاں کی شام میں

شامِ فراق تھی مجھے
بابِ دیارِ یار سی
سیرِ سوادِ دل رُبا
نافۂ مشکبار سی
خواہشِ ارضِ منتظر
تازہ نئے نظام میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فصلِ بہاراں میں شہر کے فکر

نیم، املی کے، سفیدے کے درختوں سے پرے
سبز حرفوں کی طرح کی تتلیاں، اُڑتی ہوئیں پھولوں، گھروں کے درمیاں
چند خوش، رنگیں مسافر قافلوں اور راستوں اور منزلوں کے درمیاں

اس کتابِ رنگ و نکہت کے علاقوں سے پرے
شہر کی خبروں سے کچھ افسردہ سا ہے دل مرا
فکرِ ہست و بود کی دیوانگی میں مبتلا ہے دل مرا
در سے باہر آ کے دیکھو، دور تک میدان میں
گرد اڑاتی پھر رہی ہے پھر ستمبر کی ہوا
اس کے آخر پر نگر ہے عصر کے ہیجان میں
اور سارے منظروں پر ایک بے پایاں خلا

شکر پڑیاں کی پہاڑی پر نظم

کچھ دیارِ غیر کے کچھ اپنے قصبوں کے شجر
کچھ شناسا اور کچھ انجانے شہروں کے شجر
دوریوں پر سلسلے کہسارِ پر اسرار کے
اور اس دھندلے جہاں میں نیلے خوابوں کے شجر
اس مقامِ سبز سے نیچے نشیبِ شہر میں
ایک پاکیزہ سفیدی اور گلیوں کے شجر
میں ہوں اور سحرِ سفر ہے اور رستوں کی ہوا
سرفراز اقبال ہے اور اس کی باتوں کے شجر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خوبصورت زندگی کو ہم نے کیسے گزارا

آج کا دن کیسے گزرے گا کل گزرے گا کیسے
کل جو پریشانی میں بیتا وہ بھولے گا کیسے
کتنے دن ہم اور جئیں گے کام ہیں کتنے باقی
کتنے دکھ ہم کاٹ چکے ہیں اور ہیں کتنے باقی
خاص طرح کی سوچ تھی جس میں سیدھی بات گنوا دی
چھوٹے چھوٹے وہموں ہی میں ساری عمر بتا دی

کتنے بے کل نین ہیں

کتنے بے کل نین ہیں اس کے
اک پل بھی انھیں چین نہیں

رت بسنت کی تتلیاں جیسے
خوابِ ابد کی کھڑکیاں جیسے
سورج پر دو بدلیاں جیسے

امرسہاگ کے ان نگروں میں
کوئی برہ کی رین نہیں

کچھ باتیں ان کہی رہنے دو

کچھ باتیں ان کہی رہنے دو
کچھ باتیں ان سنی رہنے دو
سب باتیں دل کی کہہ دیں اگر پھر باقی کیا رہ جائے گا
سب باتیں اس کی سن لیں اگر پھر باقی کیا رہ جائے گا
اک ادھجل بے کلی رہنے دو
اک رنگیں ان بنی دنیا پر
اک کھڑکی اَن کھلی رہنے دو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گھر بنانا چاہتا ہوں

گھر بنانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں
دامنِ کہسار میں یا ساحلِ دریا کے پاس
اونچی اونچی چوٹیوں پر سرحدِ صحرا کے پاس
متفق آبادیوں میں، وسعتِ تنہا کے پاس
روزِ روشن کے کنارے یا شبِ یلدا کے پاس
اس پریشانی میں میرا راہبر کوئی نہیں
خواہشیں ہی خواہشیں ہیں اور ثمر کوئی نہیں
گھر بنانا چاہتا ہوں میرا گھر کوئی نہیں

کُوکتی ہے بنسری

کُوکتی ہے بنسری بیراگ کی
وصل کی گھڑیوں ملن کے دن کی سیما سے پرے

(اپنی پنجابی نظم کا ترجمہ)

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سوجاؤ، آرام کرو

سوجاؤ، آرام کرو
تم جو اتنے دکھی رہے ہو
سوجاؤ، آرام کرو
اب خوشیوں کو اپنے دل میں مہماں بن کر آنے دو
دل کو جلانے والے ظالم اندیشوں کو جانے دو
وہ جو تمھارے من میں بسی تھی
اس ناری نے اب تو تم سے ملنے کا اقرار کیا ہے

(جیمز میب کی نظم کا ترجمہ)

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بیمار گلاب

لال گلاب کے پھول
تجھے تو روگ لگا ہے
وہ کیڑا جو شور مچاتے طوفانوں میں
رات کو اُڑتا پھرتا ہے
اور اسکھ سے اوجھل رہتا ہے
اس نے تیری خوشیوں کا
رنگیلا بستر دیکھ لیا ہے
اس کی بھید بھری چاہت نے
تن من تیرا پھونک دیا ہے

(ولیم بلیک)

منتشر ہے بہت

منتشر ہے بہت
حدِّ افلاک تک
حدِّ افلاک سے
عرصۂ خاک تک
نقش اس رنگ کا
دل سے کیسے اڑے
وسعتِ ہجر میں
تنگیِ وصل میں
اِتنا بکھرا ہُوا
اِتنا ٹوٹا ہُوا
خواب کیسے جُڑے

امید کا گیت

تیری دور رس نگاہیں کوئی خواب دیکھتی ہیں
کھلے پانیوں کا جلوہ کہ سراب دیکھتی ہیں

کوئی پُرسکون مسکن کوئی غمگسار محفل
کوئی دل فریب منزل کوئی بامراد ساحل
جو اُتر رہی ہے دِل پر وہ کتاب دیکھتی ہیں

کسی اجنبی جہاں کی ہے تلاش ان کو شاید
کسی ہم نفس کے آنے کی ہے آس ان کو شاید
کوئی خواب زندگی کا پسِ خواب دیکھتی ہیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

رات اتنی جا چکی ہے اور سونا ہے ابھی
اس نگر میں اک خوشی کا خواب بونا ہے ابھی

کیوں دیا دل اس بُتِ کم سن کو ایسے وقت میں
دل سی شے جس کے لیے بس اِک کھلونا ہے ابھی

ایسی یادوں میں گھرے ہیں جن سے کچھ حاصل نہیں
اور کتنا وقت ان یادوں میں کھونا ہے ابھی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جو ہوا ہونا ہی تھا سو ہو گیا ہے دوستو
داغ اس عہدِ ستم کا دل سے دھونا ہے ابھی

ہم نے کھِلتے دیکھنا ہے پھر خیابانِ بہار
شہر کے اطراف کی مٹی میں سونا ہے ابھی

بیٹھ جائیں سایۂ دامانِ احمد میں منیر
اور پھر سوچیں وہ باتیں جن کو ہونا ہے ابھی

غزل

ایک نگر کے نقش بھلا دوں ایک نگر ایجاد کروں
ایک طرف خاموشی کر دوں ایک طرف آباد کروں

منزلِ شب جب طے کرنی ہے اپنے اکیلے دم سے ہی
کس کے لیے اس جگہ پہ رُک کر دن اپنا برباد کروں

بہت قدیم کا نام ہے کوئی ابر و ہوا کے طوفاں میں
نام جو میں اب بھول چکا ہوں کیسے اس کو یاد کروں

جا کے سنوں آثارِ چمن میں سائیں سائیں شاخوں کی
خالی محل کے برجوں سے دیدارِ برق و باد کروں

شعر منیر لکھوں میں اٹھ کر صحنِ سحر کے رنگوں میں
یا پھر کام یہ نظمِ جہاں کا شام ڈھلے کے بعد کروں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

خاکِ میداں کی حدّتوں میں سفر
جیسے حیرت کی وسعتوں میں سفر

خوب لگتا ہے اس کے ساتھ مجھے
وصل کی شب کی خواہشوں میں سفر

اس نگر میں قیام ایسا ہے
جیسے بے انت پانیوں میں سفر

دیر تک سیرِ شہرِ خوباں کی
دور تک دل کے موسموں میں سفر

بیٹھے بیٹھے منیر تھک سے گئے
کر کے دیکھیں گے اِن دنوں میں سفر

غزل

نام بے حد تھے مگر ان کا نشاں کوئی نہ تھا
بستیاں ہی بستیاں تھیں پاسباں کوئی نہ تھا

خرم و شاداب چہرے ثابت و سیّار دل
اِک زمیں ایسی تھی جس کا آسماں کوئی نہ تھا

کیا بلا کی شام تھی صبحوں شبوں کے درمیاں
اور میں ان منزلوں پر تھا جہاں کوئی نہ تھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہر مکاں اک راز تھا اپنے مکینوں کے سبب
رشتہ میرے اور جن کے درمیاں کوئی نہ تھا

تھا وہاں موجود کوئی بام و در کے اس طرف
خامشی تھی اس قدر جیسے وہاں کوئی نہ تھا

گُونجتی تھی بنسری چاروں دشاؤں میں منیر
پر نگر میں اس صدا کا رازداں کوئی نہ تھا

غزل

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا

چھلکائے ہوئے چلنا خوشبو لبِ لعلیں کی
اک باغ سا ساتھ اپنے مہکائے ہوئے رہنا

اس حسن کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے
پردے میں چلے جانا شرمائے ہوئے رہنا

اِک شام سی کر رکھنا کاجل کے کرشمے سے
اِک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا

عادت ہی بنا لی ہے تم نے تو منیر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

دن اگر چڑھتا اُدھر سے میں ادھر سے جاگتا
حسن سارا مشرقوں کا ساتھ میرے جاگتا

میں اگر ملتا نہ اس سے اس ازل کی شام میں
خواب اِن دیوار و در کا دل میں کیسے جاگتا

ہے مثالِ بادِ گلشن جاگنا اس شوخ کا
رنگ جیسے دور کا رنگوں کے پیچھے جاگتا

اب وہ گھر باقی نہیں پر کاش اس تعمیر سے
ایک شہرِ آرزو آنکھوں کے آگے جاگتا

چاند چڑھتا دیکھنا بے حد سمندر پر منیر
دیکھنا پھر بحر کو اس کی کشش سے جاگتا

غزل

سایۂ قصرِ یار میں بیٹھا
میں تھا اپنے خمار میں بیٹھا

اس کا آنا تھا خواب میں آنا
میں عبث انتظار میں بیٹھا

کوئی صورت نہیں ہے اس جیسی
اس کو دیکھو ہزار میں بیٹھا

اس کو خوشیوں سے خوف آتا ہے
وہم کیا ذہنِ یار میں بیٹھا

ہم بھی رستوں میں پھر رہے تھے میر
وہ بھی تھا رہگذار میں بیٹھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

نسل در نسل کے افکارِ غزل سے نکلا
اتنی دیواروں سے میں اپنے عمل سے نکلا

سایہ اشجارِ کہن سال کا جنت تھا مگر
میں بھی کچھ سوچ کے اس خوابِ ازل سے نکلا

دور تک پانی کے تالاب تھے ہنگامِ سحر
شمس اس آب کے اک تازہ کنول سے نکلا

وسعتِ شام میں، سُرخی میں، سیاہی میں ہوا
رنگ اک سب سے جدا دشت و جبل سے نکلا

انت تھا جیسے ہر اک عشرتِ ممکن کا منیر
ہجر کا وقت اسی وصل کے پل سے نکلا

غزل

کچھ وقت بعد اس سے جو نفرت ہوئی مجھے
اس سے نئی طرح کی مسرت ہوئی مجھے

ہے شرحِ دلبستِ خوابِ جنوں اک محال کام
مت پوچھیے جو اس میں اذیّت ہوئی مجھے

نسلوں کا فاصلہ ہے مرے ان کے درمیاں
اس وقت جن بتوں سے محبت ہوئی مجھے

سو پشت سے تھا پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت ہوئی مجھے

کوئی تو ہے منیر جسے فکر ہے مری
یہ جان کر عجیب سی حیرت ہوئی مجھے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

بے خیالی میں یونہی بس اک ارادہ کر لیا
اپنے دل کے شوق کو حد سے زیادہ کر لیا

جانتے تھے دونوں ہم اس کو نبھا سکتے نہیں
اس نے وعدہ کر لیا میں نے بھی وعدہ کر لیا

غیر سے نفرت جو پالی خرچ خود پر ہو گئی
جتنے ہم تھے ہم نے خود کو اس سے آدھا کر لیا

شام کے رنگوں میں رکھ کر صاف پانی کا گلاس
آبِ سادہ کو حریفِ رنگِ بادہ کر لیا

ہجرتوں کا خوف تھا یا پُرکشش کنہ مقام
کیا تھا جس کو ہم نے خود دیوارِ جادہ کر لیا

ایک ایسا شخص بنتا جا رہا ہوں میں منیر
جس نے خود پر بندِ حسن و جام و بادہ کر لیا

غزل

اور بھی قصّے ہیں جو میں داستاں کرتا نہیں
اور بھی کچھ غم ہیں جن کو میں بیاں کرتا نہیں

راز ہیں جن کا امیں ہوں میں ہی بس اس دہر میں
اس خبر کا میں کسی کو رازداں کرتا نہیں

جو ہنر جس میں نہیں ہے مدعی اس کا ہے وہ
کوئی اپنی اصل کو اپنا نشاں کرتا نہیں

صبر اک طاقت ہے میری سختیِ ایّام میں
اس صفت سے آدمی غم میں فغاں کرتا نہیں

عشق کرتا ہوں بتانِ شہر سے میں بھی منیر
میں مگر اس شوق میں جی کا زیاں کرتا نہیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

وحدت سے کثرت کی طرف
کثرت سے وحدت کی طرف

دائم اک بے چینی ہے
آخر کی حسرت کی طرف

ایک مقام قیام کا ہے
پچھم کی وسعت کی طرف

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رخ شہروں کی شام کا ہے
صحرا کی وحشت کی طرف

اک محصور صدا سی ہے
بے حد چپ پربت کی طرف

شاید چاند نکل آیا ہے
دیکھ منیر اس چھت کی طرف

غزل

اِک عالمِ ہجراں ہی اب ہم کو پسند آیا
یہ خانۂ ویراں ہی اب ہم کو پسند آیا

بے نام و نشاں رہنا غربت کے علاقے میں
یہ شہر بھی دلکش تھا تب ہم کو پسند آیا

تھا لال ہوا منظر سورج کے نکلنے سے
وہ وقت تھا وہ چہرہ جب ہم کو پسند آیا

ہے قطع تعلق سے دل خوش بھی بہت اپنا
اِک حد ہی بنا لینا کب ہم کو پسند آیا

آنا وہ منیر اس کا بے خوف و خطر ہم تک
یہ طرفہ تماشا بھی شب دل کو پسند آیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

ساری زمین سارا جہاں راز ہی تو ہے
یہ بود و ہستِ کون و مکاں راز ہی تو ہے

ہے آب اپنی وسعتِ لاحد سے ایک راز
خوابِ گرانِ کوہِ گراں راز ہی تو ہے

کرتا ہوں میں بیاں جو کبھی اپنے شعر میں
شہرِ خیالِ حسنِ بتاں راز ہی تو ہے

آثارِ رُتوں کا جا کے کوئی راز ہے عجیب
نخلِ بہار و برگِ خزاں راز ہی تو ہے

ہے کس کے انتظار میں بے چین سب جہاں
بھیجا گیا ہے کون یہاں راز ہی تو ہے

میرا کلام اس کے لیے راز ہے منیر
میرے لیے نگر کی زباں راز ہی تو ہے

غزل

زندہ رہیں تو کیا ہے جو مر جائیں ہم تو کیا
دنیا سے خامشی سے گزر جائیں ہم تو کیا

ہستی ہی اپنی کیا ہے زمانے کے سامنے
اِک خواب ہیں جہاں میں بِکھر جائیں ہم تو کیا

اب کون منتظر ہے ہمارے لیے وہاں
شام آ گئی ہے لَوٹ کے گھر جائیں ہم تو کیا

دل کی خلش تو ساتھ رہے گی تمام عمر
دریائے غم کے پار اُتر جائیں ہم تو کیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

ردا اس چمن کی اڑا لے گئی
درختوں کے پتّے ہوا لے گئی

جو صرف اپنے دِل کے ٹھکانوں میں تھے
بہت دُور ان کو صدا لے گئی

چلا میں صعوبت سے پُر راہ پر
جہاں تک مجھے انتہا لے گئی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گئی جس گھڑی شامِ سحرِ وفا
مناظر سے اک رنگ سا لے گئی

نشاں اک پرانا کنارے پہ تھا
اسے موجِ دریا بہا لے گئی

منیرؔ اتنا حسن اس زمانے میں تھا
کہاں اس کو کوئی بلا لے گئی

غزل

میری ساری زندگی کو بے ثمر اس نے کیا
عمر میری تھی مگر اس کو بسر اس نے کیا

میں بہت کمزور تھا اس ملک میں ہجرت کے بعد
پر مجھے اس ملک میں کمزور تر اس نے کیا

راہبر میرا بنا گمراہ کرنے کے لیے
مجھ کو سیدھے راستے سے دربدر اس نے کیا

شہر میں وہ معتبر میری گواہی سے ہوا
پھر مجھے اس شہر میں نامعتبر اس نے کیا

شہر کو برباد کر کے رکھ دیا اس نے منیر
شہر پر یہ ظلم میرے نام پر اس نے کیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہر مشکل موسم کی حد پر

شروع بہار کے ہیں آثار
سبز ہوئے انجیر کے پتّے
سبز ہوئی پیپل کی قطار
ہری ہری چلمن کے پیچھے
اُڑتا ہے سُرخی کا غبار
ایک قدیم زمانہ سا ہے
اینٹوں کی اُونچی دیوار
اوٹ میں اک سنسان جگہ کی
لیے ہوئے کلیوں کے ہار
کھڑی ہے اک آسان بہار

ایک اُمّت کے گزرنے کے بعد کا وقت

وہ عہد جو دھند لا گیا
اک چاند جو گہنا گیا
وہ ساتھ اپنے لے گیا
اپنی ردائے دِل کُشا
رستے دکھاتی روشنی
گہری کشش موجود کی
ہونے کی مستی سے بھرے
رشتے گمان ولمس کے

اب صل تو باقی نہیں
اس کا یقیں باقی نہیں
اِک نقل جیسے اس کی ہے
بے روح جیسی کوئی شے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ درمیاں کے سلسلے
الجھے ہوئے حیرت کدے
ٹوٹی ہوئی رنگینیاں
بگڑی ہوئی رعنائیاں
آنے سے پہلے خواب کے
کھلنے سے پہلے باب کے
بڑھتی ہوئی بے چینیاں
بڑھتی ہوئی تنہائیاں

نئی محفل میں پہلی شناسائی

نئی جگہ تھی دور دور تک آخر پر دیواریں شب کی
کچھ یاروں نے برپا کر دی اک محفل کچھ اپنے ڈھب کی
اونچے در سے داخل ہو کر صاف نشیب میں بیٹھے جا کر
ایک مقام میں ہوئے اکٹھے رونق اور ویرانی آ کر
مرکزِ در سے جشنِ بپا تک سیر تھی شامِ مہر و وفا کی
خوشی تھی اس سے ملنے جیسی بے چینی تھی ابر و ہوا کی
سب رنگوں کے لوگ جمع تھے ایک ہی منزل تھی ان سب کی
اِک بستی آلام سے خالی ایک فضا کسی خوابِ طرب کی
جگمگ کی شادابی جیسا پہنا تھا کوئی جلوہ اس نے
پیراہن اک نئی وضع کا کھلے سمندر جیسا اس نے
کر رکھا تھا چہرہ اپنا دکھ سکھ سے بے پروا اس نے
میری طرف تکنے سے پہلے چاروں جانب دیکھا اس نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

کسی کو اپنے عمل کا حساب کیا دیتے
سوال سارے غلط تھے جواب کیا دیتے

خراب صدیوں کی بے خوابیاں تھیں آنکھوں میں
اب اِن بے اَنت خلاؤں میں خواب کیا دیتے

ہوا کی طرح مسافر تھے دلبروں کے دل
انھیں بس ایک ہی گھر کا عذاب کیا دیتے

شراب دل کی طلب تھی شرع کے پہرے میں
ہم اتنی تنگی میں اس کو شراب کیا دیتے

منیر دشت شروع سے سراب آسا تھا
اس آئینے کو تمنا کی آب کیا دیتے

میں اگر ٹھہر جاتا

میں اگر ٹھہر جاتا
اس نظر کے کہنے سے
میں قیام کر لیتا
یوں سفر میں رہنے سے
اُس دیارِ غُربت کے
دردمند لوگوں میں
اپنے جیسے دنیا کے
فکرمند لوگوں میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

دشت باراں کی ہوا سے پھر ہرا سا ہوگیا
میں فقط خوشبو سے اس کی تازہ دم سا ہو گیا

اس کے ہونے سے ہوا پیدا خیالِ جاں فزا
جیسے اِک مُردہ زمیں میں باغ پیدا ہوگیا

پھر ہوائے عشق سے آشفتگی خوباں میں ہے
ان دنوں میں حسن بھی آزار جیسا ہو گیا

ہے کہیں محصور شاید وہ حقیقت عہد کی
جس کا رستہ دیکھتے اتنا زمانہ ہوگیا

غم رُبا ہے حال کہنا دل کا اس بُت سے منیرؔ
جس کے غم میں اپنے دل کا حال ایسا ہوگیا

ہر مُکھ پر خوبصورتی کا مقام

ہر کسی کے چہرے میں
اِک ضیا سی ہوتی ہے
رُخ کے ایک حصّے میں
حسن کے علاقے کی
اِک ادا سی ہوتی ہے
اس کو مَیں نے دیکھا تھا
گرم خُو مہینوں میں
اِک خوشی کی محفل میں
شہر کے مکینوں میں
اِک طرف کھڑے تنہا
جس طرف کو رستے تھے
جن کے ساتھ گلیاں تھیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جن میں لوگ بستے تھے
بے کشش مکانوں میں
جیسے چاند راتیں تھیں
اس کے سرد چہرے میں
خوشگوار آنکھیں تھیں

غزل

شکوہ کریں تو کس سے شکایت کریں تو کیا
اک رائیگاں عمل کی ریاضت کریں تو کیا

جس شے نے ختم ہونا ہے آخر کو ایک دن
اس شے کی اتنے دکھ سے حفاظت کریں تو کیا

عرفِ دروغ غالبِ شہرِ خدا ہوا
شہروں میں ذکرِ حرفِ صداقت کریں تو کیا

معنی نہیں منیر کسی کام میں یہاں
طاعت کریں تو کیا ہے، بغاوت کریں تو کیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ڈرائے گئے شہروں کے باطن

ان دنوں یہ حالت ہے میری خوابِ مستی میں
پھر رہا ہوں میں جیسے اک خراب بستی میں
خوف سے مفر جیسے شہر کی ضرورت ہے
عیش کی فراوانی اس کی ایک صورت ہے
اِن دنوں میں مے نوشی فعلِ سود لگتا ہے
عورتوں کی صحبت میں دل بہت بہلتا ہے

ایک بیراگی سے مکالمہ

کیوں بیراگ لیا رے بھائی، کیوں بیراگ لیا
کس کارن اِن سُکھ کے دنوں میں
جگ کو تیاگ دیا
یہ ریکھائیں اور دِشائیں جن کا تجھ کو گیان نہیں
لے جائیں گی ایسی جگہ پر جس کی تجھے پہچان نہیں
تج دے گا جس دھرتی کو تو نے نیا سہاگ دیا

طلسماتِ صبحِ کاذب

کچھ اندھیرے کی خبر تھی کچھ اُجالے کی خبر
صبحِ صادق سے سوا تھا صبحِ کاذب کا اثر
اِک سیہ دیوار پر آثارِ روشن کی رمق
ظاہر باطل کے آگے نور کا چہرہ ھتا فق

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

موسمِ سرما کی بارش کا یہ پہلا روز ہے

موسمِ سرما کی بارش کا یہ پہلا روز ہے
دھند ہے اطراف میں سورج کے خوابِ گرم پر
میں کہ جو محصور ہوں آرامِ حسنِ یار میں
اِک حفاظت سی ہے مجھ کو جسم کی مہکار میں
یاد اور موجود دونوں کی حقیقت اس میں ہے
غم کی طاقت کو غلط کرنے کی ہمت اس میں ہے
سحر اتنے ہیں جمالِ مہربانِ یار میں
جتنے اس سرما کی بارش کے حسیں اسرار میں

اب میں اسے یاد بنا دینا چاہتا ہوں

مَیں اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہتا ہوں
مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا
مَیں اس کی باتوں کو سنتا رہتا ہوں
مگر میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا
اب اگر وہ کبھی مجھ سے ملے
تو مَیں اس سے بات نہیں کروں گا
اس کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں
مَیں کوشش کروں گا
میرا دِل کہیں اور مبتلا ہو جائے
اب مَیں اسے یاد بنا دینا چاہتا ہوں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گہری خاموشی

جب سے وہ بچھڑا ہے
اس گھر کی خاموشی اس کی قبر سے بھی گہری ہے
اس کے گُن
روشن آنکھوں کی طرح یہاں منڈلاتے ہیں
اور چاندی سی آوازوں سے
دکھ کو دور بھگاتے ہیں ——— !

(میری دیب کی نظم کا ترجمہ)

غزل

خواب و خیالِ گُل سے کدھر جائے آدمی
اِک گلشن ہوا ہے جدھر جائے آدمی

دیکھے ہوئے سے لگتے ہیں رستے، مکاں، مکیں
جس شہر میں بھٹک کے جدھر جائے آدمی

دیکھے ہیں وہ نگر کہ ابھی تک ہوں خوف میں
وہ صورتیں ملی ہیں کہ ڈر جائے آدمی

یہ بحرِ ہست و بود ہے بے گوہرِ مراد
گہرائیوں میں اس کی اگر جائے آدمی

پردے میں رنگ و بو کے سفر در سفر منیرؔ
ان منزلوں سے کیسے گزر جائے آدمی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

پتھر کا اس کا دل ہے تو مخمل کا اس کا جسم
میداں ہے اس کی آنکھ میں، بادل کا اس کا جسم

شاید نظر پڑے جو درِ روشنی کھلے
اتنی سیاہ رات میں کاجل کا اس کا جسم

موسم کی مستیوں میں اسے دیکھنا ذرا
ٹھنڈی ہوا کی زد پہ ہے پیپل کا اس کا جسم

تازہ ہوئی ہے اس کے سبب روحِ عصر بھی
پھوٹا ہے ایسے رنگ سے کونپل کا اس کا جسم

تبدیلیوں کے دن ہیں زمانے میں اے منیرؔ
ہے آج مختلف سا بہت، کل کا اس کا جسم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غزل

اپنے گھر سے چل پڑنا محفلوں کی حسرت میں
راستوں میں رہ جانا منزلوں کی حسرت میں

دیر تک کھڑے رہنا باغ کے اندھیرے میں
دیر سے جُدا رہتے دلبروں کی حسرت میں

اس کی بے وفائی بھی مستقل نہیں ہوتی
دل سدا وہ رکھتا ہے دو رُخوں کی حسرت میں

کوک ہے یہ کوئل کی یا پکار ازلوں سے
انت کی اداسی کی رونقوں کی حسرت میں

ضد منیرؔ کیوں بنئے حال کے زمانے کی
اور اِک زمانے کے موسموں کی حسرت میں

(اپنی پنجابی غزل کا ترجمہ)

اُس کو یاد کرنے کی ساعتیں

جب تارے واپس جانے لگیں
آثارِ سحر کے آنے لگیں،
اس وقت اسے تم یاد کرو
اور رات کے کسی علاقے میں
اور شام کے خالی خاکے میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk